www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

مولانا ابوبکر شرف الحق اثری

اسلام میں عورت کی سربراہی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں

(مولانا کوثر نیازی کے جواب میں)

سب سے پہلے عورت کی سربراہی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں اس وقت کی مختلف علمی شخصیتوں نے اخبارات و رسائل میں مضامین لکھنا شروع کئے جب محترمہ فاطمہ جناح صدر محمد ایوب خان کے مقابلہ میں میدانِ سیاست میں اُتریں۔ اس وقت اہلسنّت کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماءِ کرام کی اکثریت نے شدت سے اس کی مخالفت کی جب کہ چند روشن خیال حضرات کے علاوہ جماعت اسلامی نہ صرف عملاً اس کی حمائت میں پیش پیش تھی بلکہ اس کا شرعی جواز ثابت کرنے کے لئے جماعت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور عورت کی سربراہی کی محرمت کا وہ اجماعی مسئلہ جس پر اس سے قبل سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے دیگر رفقاءِ کار جمہور علماء کرام سے متفق تھے کو بھی چیلنج کیا۔ ان دنوں جماعت اسلامی لاہور کے امیر مولانا کوثر نیازی نے بھی اس موضوع پر ایک کتابچہ موسومہ "کیا عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے؟" تحریر کرکے بقول ان کے لاکھوں کی تعداد میں ملک میں تقسیم کیا گیا۔ بندہ نے بھی اس وقت دیگر علماءِ حق کی ہمنوائی میں ایک مضمون فتویٰ کی شکل میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار و خیالات کے جواب میں تحریر کیا تھا جو مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوا تھا اسی طرح مولانا کوثر نیازی کے رسالہ مذکور کا جواب بھی ایک مختصر رسالہ کی شکل میں بغرضِ اشاعت ایک بزرگ سیاسی رہنما خان غلام قاسم خان خاکوانی کے حوالے کیا۔ لیکن وہ اسے بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر طبع نہ کرا سکے۔ اب جبکہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ وزارتِ عظمیٰ کی کرسی پر براجمان ہوئیں تو مولانا کوثر نیازی صاحب نے پھر ایک مرتبہ اس موقف کا جس پر بقول ان کے وہ تیس سال سے ڈٹے ہوئے ہیں کا اعادہ کیا ہے اور چند اضافوں کے ساتھ اس کا خلاصہ روزنامہ "جنگ" لاہور مورخہ 93-10-24 میں دیکھنے میں آیا ہے۔ مولانا صاحب نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے وہی پرانے چبائے ہوئے نوالے تھوڑے سے لفظی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیرپھر کے ساتھ چند منکرین حدیث، روشن خیال حضرات کی تحریرات سے متاثر ہو کر پیش کئے ہیں۔

علماء کرام کا وہ گروہ جو عورت کی سربراہی کو خلاف شریعت سمجھتا ہے قرآن مجید سے ان کی سب سے واضح دلیل سورہ نساء کی آیت: ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ (سورۂ نساء: ۳۴) ہے۔ جس میں مرد کو اسلامی معاشرہ میں حاکم اور سربراہ مقرر کیا گیا ہے، اکثر مفسرین نے ﴿ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ کا ترجمہ حکمران، کفیل، نگران وغیرہ کیا ہے اور جملہ تفاسیر میں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس بارے میں نصِ صریح ہے کہ اسلام میں حکمرانی اور سربراہی مردوں کے لئے ہی مختص ہے۔ صنفِ نازک اپنی فطری کمزوری اور کئی ایک دیگر موانعات کی بناء پر نہ تو اس منصب پر فائز ہو سکتی ہے اور نہ ہی حکمرانی کے فرائضِ منصبی کو ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

●● مولانا کوثر نیازی نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک فتویٰ، امداد الفتاویٰ سے نقل کیا ہے جو ان کے تفردات میں سے ہے اور جمہور علماءِ امت اور کتاب و سنت کی روح کے منافی ہے۔ جو کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں۔ مزید برآں ان کا یہ فتویٰ ان کی تفسیر بیان القرآن زیرِ آیت سورۂ نمل، ﴿ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ ﴾ الخ کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے ان کی صرف وہ رائے، جو جمہور علماء امت کے موافق ہوگی بقول "خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا كَدَرْ" قابل قبول ہوگی۔ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔

علماءِ کرام کے تفردات کے بارے میں صحیح اور فیصلہ کن رائے بھی یہی ہے کہ انہیں کتاب و سنت پر پیش کیا جائے۔ اگر کتاب و سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے تو بسروچشم قبول ورنہ مسترد کر دیا جائے۔ چنانچہ ائمہ اربعہ کی تصریحات اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں کہ ان کے بقول اگر ان کا کوئی قول کتاب و سنت کے خلاف ہو تو اسے ترک کر دیا جائے اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کیا جائے۔ ائمہ اربعہ کے اقوال مختصراً پیش کئے جاتے ہیں:۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: "اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ ﷺ" میرا وہ قول جو حدیث کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو، اور حدیث پر عمل کرو، ایسا ہی امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "اِذَا قُلْتُ قَوْلًا اَوْ اَصَّلْتُ اَصْلًا فَبَلَغَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِلَافُهٗ فَالْقَوْلُ مَا قَالَهٗ ﷺ" یعنی میرا کوئی اصول یا قول حدیث کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ دو اور حدیثِ رسول کی اتباع کرو۔ ایسا ہی امام مالکؒ کا ایک فرمان موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُتْرَكُ اِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ" یعنی ہم میں سے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کوئی بھی ایسا نہیں کہ اس کی تمام باتیں مان لی جائیں سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا فرمان بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

"لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ"....کہ میری اور مالک کی تقلید مت کرو تم بھی وہیں سے احکام لو جہاں سے انہوں نے لئے (یعنی کتاب و سنت سے) جب کبار ائمہ کے تمام اقوال اور مجتہدات کا ماننا امت کے لئے ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے بھی کتاب و سنت سے تائید ضروری ہے تو ان کے مقلدین کے تفردات جو کتاب و سنت اور جمہور علماء امت کے خلاف ہوں' انہیں آنکھیں بند کرکے کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے۔

●● مولانا کوثر نیازی صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں بلقیس کی حکمرانی کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے' جواب میں ان کی خدمت میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وہ وضاحت' جسے انہوں نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں سورہ نمل کی آیت ﴿ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ .. ﴾ الخ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمائی ہے' پیش کی جاتی ہے۔

> "ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی مخالفت ہے پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شک نہ کرے اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا دوسرے اگر شریعتِ سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرعِ محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں'۔ "بر رسولاں بلاغ باشد و بس"

ایسا ہی انہوں نے آیت مذکورۃ الصدر' "الرجال قوامون" کا ترجمہ اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں' مرد عورتوں پر حاکم ہیں' کیا ہے۔ انتصار پیش نظر ہے' ورنہ اس بارہ میں مزید بہت کچھ لکھا جاسکتا تھا۔ مولانا نیازی کے مزید اطمینان کے لئے' حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ترجمہ اور فوائد بلفظہ نقل کرتے ہیں اور اس بات کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ فریقین میں سے کون سا فریق حق پر ہے۔ الحق احق ان یتبع

> "الرجال قوامون علی النساء ..الخ" مرد حاکم ہیں عورتوں پر' اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال!

مزید برآں فائدہ (۳) میں فرماتے ہیں۔

> "پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ مرد اور عورتوں کے حقوق کی پوری رعایت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فرمائی گئی اگر رعایتِ حقوق میں فرق ہوتا تو عورتوں کو شکایت کا موقع ہوتا۔
اب اس آیت میں مرد اور عورت کے درجہ کو بتلاتے ہیں۔ مرد کا درجہ بڑھا ہوا ہے عورت کے درجہ سے اس لئے فرقِ مدارج کے باعث جو احکام میں فرق کیا گیا وہ سراسر حکمت اور قابلِ رعایت ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگران بنایا اس میں عورت اور مرد بتقاضائے حکمت ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ اور عورتوں کو اس کی خواہش کرنی بالکل بے جا ہے۔ مرد کے حاکم ہونے کی وجوہات دو ہیں۔ اول بڑی اور وہبی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعض پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں (کہ جن پر تمام کمالات کا مدار ہے) فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی ہے جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔

دوسری وجہ جو کسبی ہے وہ یہ ہے کہ مرد اپنی عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر، خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کی کفالت کرتے ہیں مطلوب یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی حکم برداری چاہیے"

در خانہ اگر کس است آں را یک حرف بس است

جناب کوثر نیازی پر عورت کی سربراہی کو جائز ثابت کرنے کا بھوت سوار ہے اس لئے وہ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایسی فحش غلطیاں کرتے ہیں جس سے ان کی علمی لیاقت پر رونا آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ "علمِ نحو" کی ابجد سے بھی کورے اور نا آشنا ہیں جناب کوثر نیازی لغت کے حوالے سے ' ﴿قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ کا ترجمہ کفالت کرنے والا اور روزی مہیا کرنے والا بتاتے ہیں اور اس کی تائید میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ خود اسی میں ﴿بِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ کہہ کر واضح کردیا ہے کہ اس کا سبب وہ اخراجات (نان نفقہ) ہیں جو مرد عورت پر کرتا ہے۔ مولانا نے اگر کسی دینی درسگاہ میں کسی استاذِ فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ہوتے تو شاید ان تاویلات و تسویلات تک نوبت نہ آتی۔ ان کی یہ نکتہ سنجی بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن مجید نے مردوں کی فضیلت کی اس آیت میں دو وجہیں بیان کی ہیں اور انہیں دو مستقل جملوں میں بیان کیا ہے۔ پہلی وجہ وہبی ہے یعنی جس میں کسب کو دخل نہیں جو پہلے جملے ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ بیان کی گئی ہے ور دوسری وجہ کسبی ہے جسے وہ مال خرچ کرنے سے حاصل کرتا ہے۔ دوسری وجہ کو ﴿بِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ میں واوِ حرف

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

عطف لاکر دوسرے جملے میں بیان کیا گیا ہے۔ حرفِ عطف جو تغایر پر دلالت کرتا ہے اس کی واضح دلیل ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مرد کے عورت پر حاکم ہونے کی دو وجوہ ہیں جن میں اہم تر اور بڑی وجہ تو ﴿ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ اور دوسری وجہ مرد کا عورت کے لئے کفیل ہونا ہے۔ لیکن محترم نیازی صاحب نے اپنے مضمون میں آیت کی واضح صراحت کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے اصل وجہ کو تو ذکر ہی نہیں کیا اور دوسری وجہ پر بحث شروع کردی۔ اگر بات اس طرح ہوتی جیسا کہ نیازی صاحب نے سمجھا ہے تو عبارت یوں ہوتی ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ بالفرض نیازی صاحب کی بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو ایک ایسا شخص جو بالفعل متاہل (شادی شدہ) نہیں یا پھر رنڈوا ہے تو وہ قوامیت کا مستحق نہ ہوگا، جبکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ قرآن کی آیت سے واضح اور اَلم نشرح ہے نیازی صاحب نے منکرینِ حدیث کی روش پر چلتے ہوئے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں پائی جاتی جس میں عورت کو حکمران بنانے کی ممانعت کی گئی ہو اس کا جواب دو طرح سے دیا جاسکتا ہے۔ اگر تو سائل کا تعلق منکرینِ حدیث سے ہے تو ان سے دریافت کیا جائے کہ کیا گھریلو گدھے کا گوشت حلال ہے یا حرام؟... اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اس کی حُرمت قرآن مجید کی کسی نص صریح سے ثابت کی جائے۔ اور اگر اثبات میں ہے تو پھر..... اس کے استعمال اور کھانے کو جائز سمجھا جائے جو کہ بالکل آراءِ ائمہ اور کتاب و سنت کے خلاف ہے۔

اگر سائل کا عقیدہ کتاب اللہ کے علاوہ سنت رسول کو بھی مستقل دوسرا ماخذ تسلیم کرنے کا ہے تو گدھے کی حرمت کی دلیل حدیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "وَاِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِيُّ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ چیزوں کا حکم بھی قرآن مجید کی حرام کردہ چیزوں کی طرح ہے۔ چنانچہ گدھے کی حرمت کا ذکر قرآن میں تو بالکل نہیں لیکن اسے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فرمان سے حرام قرار دیا ہے۔

●● اس حدیث کو فی الحال یہیں ختم کرتے ہیں اور کتابُ اللہ کے بعد اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ یعنی حدیثِ رسول ﷺ پر تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں نیازی صاحب نے یہاں بھی روشن منکرین حدیث کو خوش کرنے اور ان سے دادِ تحسین وصول کرنے کے لئے احادیثِ رسول مقبول ﷺ کی جس انداز سے تحقیر کی ہے ایسا رویہ ایک عالم دین اور حدیث رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے کے ہرگز شایانِ شان نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الفاظ ملاحظہ ہوں!

"لے دے کے علمائے کرام ایک حدیث ہی پیش کرتے ہیں" اور پھر مضمون کے اختتام پر یوں ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ "صاف صاف بات یہ ہے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے یا تو یہ قولِ رسول ﷺ نہیں ہے اس کے راوی مشکوک ہیں کیونکہ تاریخ اس کے خلاف شہادت دیتی ہے یا پھر فقط ایک پیشین گوئی جو صرف اس ایرانی قوم کے لئے تھی جس نے ایک خاص عورت کو حکمران بنایا تھا۔ راوی نے "القوم" کو قومٌ بنا کر اسے ہمیشہ کے لئے عام کر دیا"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابیِ رسول ﷺ (جو کہ اہل زبان بھی تھے) معرفہ اور نکرہ میں تمیز نہ کرسکے اور انہوں نے ایک معرفہ کو نکرہ کر دیا لیکن آج آپ ان کی غلطی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ برین عقل و دانش بباید گریست، انا للہ وانا الیہ راجعون .... صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں۔

اب ذرا ٹھنڈے دل سے اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں: یہ حدیث بخاری شریف کی ہے جسے تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے بعد صحت کے اعتبار سے دوسرا درجہ حاصل ہے اور اس کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔ آئیے علامہ سیوطی کا ایک ارشاد (جو انہوں نے "تدریبُ الراوی" میں بخاری شریف کی صحت کے بارہ میں فرمایا ہے) ہم بلفظہ نقل کرتے ہیں:

أَوَّلُ مُصَنَّفٍ فِي الصَّحِيحِ الْمُجَرَّدِ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ ثُمَّ مُسْلِمٌ وَهُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ وَالْبُخَارِيُّ أَصَحُّهُمَا وَأَكْثَرُهُمَا فَوَائِدَ

صحیح مجرد میں پہلی تصنیف صحیح البخاری ہے پھر صحیح مسلم اور قرآن کے بعد یہ دونوں سب کتابوں سے اصح ہیں اور بخاری ان دونوں میں سے اصح ہے اور اس میں فوائد بھی زیادہ ہیں۔ اسی طرح امام نووی ؒ نے بھی شرح مسلم کے مقدمہ میں بھی یہی بات کہی ہے:۔

"اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى أَنَّ أَصَحَّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ الصَّحِيحَانِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ تَلَقَّتْهُمَا الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ وَكِتَابُ الْبُخَارِيِّ أَصَحُّهُمَا صَحِيحًا وَأَكْثَرُهُمَا فَوَائِدَ وَمَعَارِفَ ظَاهِرَةً وَغَامِضَةً"

یعنی "علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن عزیز کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتابیں صحیح البخاری اور صحیح مسلم ہیں۔ امت نے دونوں کو قبولیت سے اپنایا ہے دونوں میں سے زیادہ صحیح، کثرتِ فوائد کے لحاظ سے اور ظاہر و پوشیدہ معارف کے اعتبار سے صحیح بخاری ہے"۔ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی معروف تصنیف حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۳۴ پر صحیحین کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بارے میں یوں اظہار خیال فرمایا ہے:-

"اَمَّا الصَّحِيْحَانِ فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ مَا فِيْهِمَا مِنَ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ صَحِيْحٌ بِالْقَطْعِ وَ اَنَّهُمَا مُتَوَاتِرَانِ اِلٰى مُصَنِّفَيْهِمَا وَاَنَّهٗ كُلُّ مَنْ يُّهَوِّنُ اَمْرَهُمَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ"

"یعنی تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بخاری اور مسلم کی تمام مرفوع متصل حدیثیں قطعی طور پر صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بطریق تواتر پہنچتی ہیں اور جو کوئی ان کی شان میں تحقیر یا گستاخی کرے گا وہ بدعتی ہے اور ایمان والوں کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے والا ہے"۔ لہٰذا ان مقتدر حضرات کی رائے کے مقابلے میں روشن خیال پروفیسروں کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

OO محترم نیازی صاحب اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"وَالْاِسْنَادُ كُلُّهٗ بَصْرِيُّوْنَ" اس کے تمام راوی بصرہ کے رہنے والے ہیں اور اس روایت کا مکہ اور مدینہ کے لوگوں سے تعلق نہیں لہٰذا اس کی صحت (خاکش بدہن) مشکوک ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ مولانا کا تعلقِ علوم دینیہ سے محض سطحی قسم کا ہے۔ اس لئے وہ بلا غور و تامل منکرین حدیث کے فضول اور پُر اعتراضات کو نقل کر دیتے ہیں۔ پس یہاں "والاسناد کلہ بصریون" کا مفہوم صحیح بیان نہیں کیا گیا۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حدیث ہذا کی سند کے تمام راوی بصرہ یعنی ایک ہی جگہ کے رہنے والے ہیں۔ یعنی اس کی سند متصل ہے۔ انقطاع کا کوئی شبہ نہیں۔ اگر کسی روایت کو اس بناء پر مسترد کر دیا جائے کہ اس کے روایت کرنے والے بصرہ سے تعلق رکھتے ہیں تو اس اطلاق کا کوئی محدث بھی قائل نہیں۔ ہاں جب مکہ و مدینہ کے اور دوسرے شہر کے لوگوں کی روایت کردہ حدیث میں کسی قسم کا اختلاف پایا جائے تو اس صورت میں مکہ و مدینہ کے رواۃ کی بیان کردہ حدیث کو ترجیح ہوگی ورنہ اچھے بُرے لوگ تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زے خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست

اگر نیازی صاحب نے "تدریب الراوی" کا خود بنظر غائر مطالعہ کیا ہوتا اور حاشیہ میں مندرجہ ذیل عبارت کو بھی دیکھ لیا ہوتا تو کبھی اس حدیث کی صحت کا انکار نہ کرتے:۔

وَلِاَهْلِ الْبَصْرَةِ مِنَ السُّنَنِ الثَّابِتَةِ بِالْاَسَانِيْدِ الْوَاضِحَةِ
مَا لَيْسَ لِغَيْرِهِمْ مَعَ اِكْثَارِهِمْ

کہ "واضح اسانید کے ساتھ صحیح احادیث جس کثرت کے ساتھ اہلِ بصرہ سے مروی ہیں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ان کے علاوہ اور کسی سے مروی نہیں" اور اسی صفحہ پر امام ابنِ تیمیہ کا یہ قول بھی مذکور ہے:۔

اِتَّفَقَ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّ اَصَحَّ الْاَحَادِيْثِ مَارَوَاهُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ اَهْلُ الْبَصْرَةِ ثُمَّ اَهْلُ الشَّامِ۔

"حدیث کے اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے زیادہ صحیح وہ احادیث ہیں جو اہل مدینہ نے، پھر اہل بصرہ نے اور ان کے بعد اہل شام نے روایت کی ہیں"۔ مزید یہ کہ "وَالْاِسْنَادُ كُلُّهٗ بَصْرِيُّوْنَ" کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی مولانا سے فحش غلطی سرزد ہوئی ہے۔ لفظ "اِسناد" بکسر الھمزہ سند کا مترادف ہے اور بفتحۃ الھمزہ سند کی جمع ہے یعنی مختلف سندیں۔ اب اس تفصیل کے بعد مولانا کی تحریر ملاحظہ فرمائیں، ہم ان کے اس تغافل کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔ مولانا میدانِ صحافت کے شہسوار ہیں۔ علوم متداولہ کی چھوٹی چھوٹی اصطلاحات سے ان کی عدمِ واقفیت کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ یہاں ان کے اصل الفاظ نقل کیے جاتے ہیں:۔

"حدیث پر غور کرنے کے لئے دوسرا قابل غور پہلو یہ ہے کہ جن افراد نے یہ روایت بیان کی ہے یا حدیث کی اصطلاح میں جتنی اس کی اسناد ہیں ان سب کا تعلق بصرہ عراق سے ہے۔ فتح الباری جلد ہشتم صفحہ ۲۷ پر ہے:۔ "وَالْاِسْنَادُ كُلُّهٗ بَصْرِيُّوْنَ" اس کے تمام راوی بصرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مکہ اور مدینہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں"

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں اِسناد ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی "سند" ہوتا ہے لیکن نیازی صاحب کو اس اَسناد یعنی ہمزہ کی زبر کے ساتھ بتا رہے ہیں۔ ہم اپنی بات کی دلیل میں (کہ اِسناد بکسر الھمزہ سند کے مترادف ہے۔) الفیہ عراقی کے وہ اشعار جس میں صحیح مرفوع احادیث کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ پیش کرتے ہیں:۔

فَالْاَوَّلُ مُتَّصِلُ الْاِسْنَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ ضَابِطِ الْفُؤَادِ عَنْ مِثْلِهٖ
مِنْ غَيْرِ مَاشُذُوْذٍ عَنْ عِلَّةٍ قَادِحَةٍ فَتُؤْذِىْ

○○ نیازی صاحب نے اپنے خیال میں اس حدیث کے لفظ "فلاح" سے مادی ترقی اور خوشحالی سمجھا ہے اور پھر انسانوں کی لکھی ہوئی تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ کئی ایک مسلم اور غیر مسلم خواتین کی حکمران کا دور خوشحالی کا دور تھا اس لئے کیسے ممکن ہے کہ تاریخ آنحضرت ﷺ کی حدیث یا پیشین گوئی کی مخالفت کرے۔ اس ضمن میں ہماری گذارش یہ ہے کہ اولاً تو قرآن و حدیث کے مقابلے میں تاریخ کے حوالے سے عورتوں کی حکمرانی کو پیش کرنا کسی صورت میں بھی مسلمان کے لئے درست طرزِ عمل نہیں۔ ثانیاً جب کسی مسلمان کا کوئی عمل جسے کتاب و سنت کو تائید قابل قبول نہیں تو کسی غیر مسلم خاتون کی حکمرانی کو بطور نظیر پیش کرنا تو سوال گندم اور جواب چنا کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث میں مذکور "فلاح" سے دراصل فلاح اُخروی مراد ہے نہ کہ دُنیوی فلاح! اگر بالفرض فلاح سے مادی خوشحالی بھی مراد ہو جائے جیسا کہ مولانا اور ان کے ہمنوا سمجھتے ہیں تو پھر انبیاء سے لے کر ایمان والوں تک سب اس کی زد میں آئیں گے۔ کیونکہ آج کے معروف معنی کے مطابق تو نہ صرف خیرالقرون کا زمانہ بلکہ نبی اکرم ﷺ کا دور بھی فلاح کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ کہ فلاح کے آج کے عمومی معنی کے لحاظ سے دنیوی آسائش و آرائش کا مہیا ہونا تو پہلی شرط ہے۔

اگر فلاح کے اسی معنی کو سامنے رکھا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بھی دنیوی فلاح سے ہمکنار نہ ہوئے۔ اس کے ثبوت کے لئے قرآن مجید کی دو آیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾

یہ قرآن مجید طائف اور مکہ کے کسی متمول اور خوشحال شخص پر کیوں نہیں اتارا گیا۔

(۲) ﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾

"کافروں کی ظاہری کروفر اور شان و شوکت کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا اس لئے یہ تو صرف چند روزہ زندگی کے لئے فائدہ حاصل کرنا ہوگا اور بالآخر وہ ہمیشہ عذاب جہنم میں رہیں گے"۔

●● جب عام حالات میں مولانا صاحب عورت کی سربراہی کا جواز کتاب و سنت سے ثابت نہ کرسکے تو اس کے جواز کے لئے نظریۂ ضرورت کا سہارا لینا پڑا۔ اور فقہ حنفی کے ایک مشہور عالم شیخ الاسلام علامہ خیرالدین رملیؒ کے ایک فتویٰ کا حوالہ دیا۔ جو نہایۃ المحتاج فی شرح المنہاج ص ۲۴۸ پر مرقوم ہے۔ جس میں عورت کی سربراہی کو بوقت ضرورت جائز سمجھا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں مولانا نے حوالہ جات کے نقل کرنے میں اکثر و بیشتر روشن خیال منکرینِ حدیث کی کتب پر اکتفاء کیا ہے۔ اگر وہ خود اصل کتابوں کا مطالعہ کرلیتے تو کبھی ایسی فاش غلطیوں کے مرتکب نہ ہوتے۔ ہم پہلے مولانا کی عبارت بلفظہ نقل کرتے ہیں پھر اس کا جواب تحریر کریں گے۔

"گو اس زمانے میں بھی جواز کے رستے نظریہ ضرورت کے تحت نکال لئے گئے تھے مثال کے طور پر مشہور حنفی عالم حضرت شیخ الاسلام علامہ خیرالدین رملی نے فتویٰ دیا کہ اگر لوگوں کے لئے ناگزیر ہو جائے کہ ان کی حکمران عورت ہو تو ضرورت کے تحت وہ حکمران بن سکتی ہے۔

نہایۃ المحتاج فی شرح المنہاج ص ۲۴۸"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لیجئے اب ذرا تفصیل سے اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

جناب محترم! ہمارا اور آپ کا اختلاف تو عام حالات میں اسلامی تعلیمات یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں عورت کی حکمرانی ہونے کے جواز اور عدم جواز کا ہے۔ ہم کتاب و سنت اور جمہور علمائے امت کے فیصلوں کی روشنی میں عورت کی حکمرانی کو قطعاً حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں جبکہ آپ اور آپ کے ہمنوا اشرذمہ قلیلہ اسے جائز سمجھتے ہیں۔

نظریہ ضرورت جس کا آپ نے اپنے سابق پیشوا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو بھی مشورہ دیا تھا کہ "حرام اَبدی اور غیرابدی" کی تقسیم کو اگر تسلیم کرلیا جائے تو شریعت ایک مذاق بن کر رہ جائے گی۔ ہم بھی آپ کو نظریہ ضرورت کے تحت کسی حرام کو حلال بنانے کا یہی جواب دیتے ہیں کہ اگر آپ کے نظریہ ضرورت کو مان لیا جائے تو ایک بے دین اور لامذہب بھی اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے اپنے بوگس نظریۂ ضرورت کے تحت خدا اور رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور جائز بنادے گا۔

پھر علامہ خیرالدین رملی حنفیؒ کا حوالہ عورت کو سربراہ بنانے کے بارے میں قطعاً نہیں ہے۔ آپ یا تو اصل کتاب کا مطالعہ نہیں کرسکے یا پھر قصداً دھوکہ دے رہے ہیں۔ علامہ کی عبارت کا تعلق تو عورت کو قاضی بنانے کے سلسلے میں ہے۔ جسے انہوں نے بابُ القضاء کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ نہایۃ المحتاج فی شرح المنھاج جلد ۸ سے دو حوالے نقل کئے جاتے ہیں جس سے جناب کوثر نیازی کے غلط مفروضے کی حقیقت واضح ہوجائے گی:

"وَلَوِ ابْتُلِيَ النَّاسُ بِوِلَايَةِ امْرَأَةٍ أَوْقِنٍّ أَوْ اعْمٰى فِيْ مَا يَضْبِطُهُ نَفَذَ قَضَاءُهُ لِلضَّرُوْرَةِ كَمَا اَفْتَىٰ بِهِ الْوَالِدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ.. وَاَلْحَقَ بِهِ ابْنُ السَّلَامِ عَبْدُالسَّلَامِ الصَّبِيَّ بِالْمَرْأَةِ وَنَحْوِهَا لَا كَافِرٍ"

"اگر لوگ عورت یا غلام یا اندھے کے ان معاملوں میں قاضی بنانے کی آزمائش میں ڈالے جائیں جن میں ان کا حکم چلتا ہے تو ضرورت کے تحت اس کے فیصلہ کو جاری کیا جائے گا۔ میرے والد نے یہی فتویٰ دیا ہے اور ابن السلام عبدالسلام نے عورت کے ساتھ اس کی مثل اور بچے کو بھی ملادیا ہے۔ لیکن کافر قاضی نہیں بن سکتا"

اگر مولانا کو عنوان اور مُعنوَن کا فرق پیش نظر ہوتا تو کبھی یہ دعویٰ نہ کرتے۔ اسی طرح دوسری عبارت (جو شرائط القاضی کے تحت ذکر کی گئی ہے) کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"(ذَكَرٌ) فَلَا تُوَلّٰى امْرَأَةٌ لِنَقْصِهَا وَلِاحْتِيَاجِ الْقَاضِي لِمُخَالَطَةِ الرِّجَالِ وَهِيَ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مأمُوْرَةٌ بِالْخِدْرِ وَلَا الْخُنْثٰى فِيْ ذٰلِكَ كَالْمَرْأَةِ لِخَبَرِ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهٖ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً"

عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی کے لئے ایک شرط مرد ہونا بھی ہے۔ کیونکہ عورت دو وجوہ سے قاضی نہیں بن سکتی۔ ایک وجہ تو اس کا ناقص العقل ہونا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قاضی کو مردوں سے میل جول رکھنا ہوتا ہے جبکہ عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کی دلیل بخاری شریف کی وہ روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

"کہ وہ قوم کبھی فلاح سے ہمکنار نہ ہوگی جس نے عورت کو اپنا سربراہ بنایا"۔

ان دونوں حوالوں سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس ساری بحث کا تعلق تو عورت کے قاضی بن جانے کی صورت میں ہے۔ نہ ملک کی حکمران بن جانے کی صورت میں کہ جس کی حرمت اور ممانعت پر امت کا اجماع ہے اور پھر یہاں تو بات نظریہ ضرورت کی بھی نہیں بلکہ اسلام کی بنیادی تعلیم کی ہے۔ ہنگامی حالات کو عام حالات پر قیاس کرنا ان لوگوں کا شیوہ ہے جو احکام شریعت میں تدبر سے کام نہیں لیتے اگر پاکستان کے موجودہ آئین کے حوالے سے جواز کی بات کی جاتی تو شاید ہم اس پر خامہ فرسائی نہ کرتے۔ جب شریعت کے حوالے سے اس کے جواز کے لئے دلائل کشید کئے جاتے ہیں اور اگر کتاب وسنت سے اس کے جواز کی سند نہ مل سکے تو پھر حرام اور ممنوع چیز کو جائز اور حلال بتانے کے لئے نظریہ ضرورت جیسے فرسودہ خیال کا سہارا لیا جائے۔ تو اس وقت علمائے حق پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا حل پیش کریں۔ بحث کے اختتام سے قبل ہم اپنے دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین اس مسئلہ کو باسانی سمجھ سکیں اور انہیں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ ہماری سب سے پہلی دلیل قرآن مجید کی سورہ نساء کی آیت "الرجال قوامون علی النسا... الخ" ہے جس میں (باتفاق مفسرین) ملک کی حکمرانی صرف مردوں کے لئے مختص کی گئی ہے۔ اسلام نے عورتوں کو چند وجوہ کی بنا پر ملک کی سربراہی کا مکلف نہیں بنایا۔ جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

دوسری دلیل آنحضرت ﷺ کا وہ فرمان جسے امام بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ کوئی قوم فلاح سے ہمکنار نہ ہوگی جس نے عورت کو اپنا حکمران بنایا۔ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے جس کی صحت پر تمام امت کا اجماع ہے۔ بلکہ قرآن مجید کے بعد صحت کے اعتبار سے اسے دوسرا درجہ حاصل ہے۔ جس کی وضاحت امام نووی' امام جلال الدین سیوطی اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اقوال سے عیاں ہے۔ ان کے مقابلے میں زمانہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حال کے چند روشن خیال مفکرین اسلام کی جرح وقدح کا کوئی اعتبار نہیں۔ تاریخ اسلام میں عورت کی حکمرانی کے جواز پر ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ ائمہ اربعہ کے علاوہ فقہ جعفریہ میں بھی عورت کی حکمرانی کا ثبوت نہیں ملتا۔ جس کا واضح اور بین ثبوت یہ ہے کہ جنوری ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے متفقہ طور پر حکومت پاکستان کے لئے جو دستوری سفارشات مرتب کرکے پیش کی تھیں۔ اس میں مملکت خداداد پاکستان کے سربراہ کے لئے مسلمان مرد کا ہونا ضروری قرار دیا تھا۔ اور جس میں اہل سنت کے علاوہ شیعہ حضرات کے مجتہدین مفتی جعفر حسین مجتہد اور مفتی حافظ کفایت حسین مجتہد بھی شامل تھے۔

اس موضوع پر ہماری ایک جامع کتاب زیر تصنیف ہے جس میں عورت کی حکمرانی کا جواز ثابت کرنے والوں کا عموماً اور ماہر قانون دان ایس ایم ظفر کے مضمون عرض دعویٰ اور جواب دعویٰ' پروفیسر رفیع اللہ شہاب اور پروفیسر رحمت اللہ طارق کی کتاب عورت اور مسئلہ امارت کا خصوصاً محاسبہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

مراد ما نصیحت بود و گفتیم
حوالہ باخدا کردیم و رفتیم

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ